مطالعۂ کائنات کا قرآنی منہاج

ملک محمد فیروز فاروقی

مقالہ ہذا کا مقصد ان اسباب و عوامل کا کھوج لگانا ہے جنہوں نے مسلمانوں کو اس قابل بنایا کہ وہ قرونِ وسطیٰ میں علم و دانش کے امام کہلائیں۔ جب ہم ان اسباب و عوامل کا تعین کریں گے تو ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ہم مسلمانوں کے علمی عروج و زوال کی ایک ہمہ جہت فلسفیانہ توجیہ تک رسائی حاصل کر سکیں۔ راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اگر ہم قرآن کریم کی ان متعدد پیش گوئیوں میں یقین رکھتے ہیں جو ہمیں بتاتی ہیں کہ اسلامی فلسفۂ حیات ہی نظریات و افکار کی طویل اور مسلسل عالمی کش مکش میں بالآخر کامیاب ہو گا تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم تاریخ عالم میں اپنا مقام متعین کریں۔ اپنے علمی گرد و پیش کا محققانہ جائزہ لیں۔ اسلامی تاریخ کے اس فلسفہ کا تنقیدی مطالعہ کریں جو صرف جہاد و قتال کی داستانوں سے عبارت ہے، جسے خود ہمارے غلط کار اور غیر محتاط مورخین نے ہوا دی ہے اور جسے علمائے مغرب نے پراپیگنڈہ کے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لازم ہے کہ ہم نظریات و افکار کی تاریخ کے فلسفہ کے اہم خطوط متعین کریں اور اس قرآنی منہاج کو دورِ جدید کے اہلِ دانش کے سامنے کھول کر بیان کریں جس نے مطالعۂ کائنات کی عالمی تاریخ کے ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رُو سے نظامِ زندگی کا مرکز و محور قرآن کریم ہے۔ اس عظیم کتاب کو جس عالمگیر انقلاب کا دستور قرار دیا گیا تھا اس کا مقصد صرف یہ نہ تھا کہ انسان کو چند اعمالِ عبادت کا پابند کیا جائے۔ یا اُسے رُہبانیت کا درس دے کر دنیا و مافیہا سے متنفر کر دیا جائے۔ یا اُسے محض اخلاقیات کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ ایک صحیح اخلاقی زندگی کے نظریہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے۔ اس کے برعکس اس عالمگیر اسلامی انقلاب کا دائرہ بہت زیادہ وسیع اور متنوع تھا۔ انقلاب کا نقطۂ آغاز تھا قرآن کریم کا یہ اعلان کہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱)

۱؎ القرآن الکریم، الروم، ۴۱

جس کا مفہوم ایک عالمگیر فساد اور انسانی فکر کی بنیادی خرابی کی طرف اشارہ کر کے ایک ایسا نظام حیات ترتیب دینا تھا جو ان برائیوں اور خرابیوں کو دُور کر کے انسانیت کو مکمل فوز و فلاح سے ہمکنار کر دے۔ اسی بنیادی حقیقت کے مدنظر وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا [1] کہہ کر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ انسانی فکر کی بنیاد مجرد عقل نہیں ہے بلکہ اس کی راہنمائی کے لیے وہ خارجی روشنی بھی ناگزیر ہے جو وحی الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم اسی خارجی روشنی یعنی وحی کی وہ مکمل صورت ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کو علم و دانش کی طرف دعوت دی اور یہ بات ان کے اوّلین فرائض میں شامل قرار دی کہ وہ انفس و آفاق کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب نے کائنات، اس کی تخلیق و تنظیم اور تخلیقی مدارج وغیرہ کو ایک مکمل نظام حکمت کے طور پر پیش کیا اور مسلمان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس نظام حکمت کا بغور مطالعہ کرے اور کائنات میں اپنا مقام متعین کرے۔

کائنات کے بارے میں قرآن کریم کے نظام حکمت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قرآن سے قبل مطالعۂ کائنات کی جتنی بھی کوششیں کی گئی تھیں یا نزولِ قرآن کے وقت کی جا رہی تھیں، سب بے مقصد اور بے معنی تھیں۔ کائناتی مطالعہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ہم کائنات کے بارے میں کوئی واقعی اور مبنی بر حقیقت نظریہ قائم کریں۔ جب تک ہم کوئی با مقصد نظریہ قائم نہیں کر سکتے اس وقت تک ہم کسی نظامِ حکمت کی دریافت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے سب سے پہلے دُنیا کے سامنے ایک مفصل نظریۂ کائنات پیش کیا۔ تخلیقِ کائنات کے مقاصد پر روشنی ڈالی، انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات کو واضح کیا۔ تب مطالعۂ کائنات کی طرف دعوت دی اور اس کے لیے تجرباتی منہاج تحقیق (EXPERIMENTAL METHODOLOGY) پر زور دیا۔ نزول قرآن سے قبل، کائنات کے سائنسی مطالعہ کی جس قدر کوششیں کی گئی تھیں وہ اس لحاظ سے بے مقصد تھیں کہ ان کے پس منظر میں کوئی کائناتی نظریہ اور اس نظریے کی تشریح کرنے والا کوئی نظام حکمت موجود نہ تھا۔ نزول قرآن سے قبل کے انسان نے اپنے فکر کا منہاج مجرد انسانی عقل کے استعمال پر قائم کیا تھا۔

قرآن پاک نے قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں میں علمی تحقیق و جستجو کے جو محرکات پیدا کیے تھے انہوں نے مسلمانوں کو اس قابل بنایا کہ وہ بہت جلد ترقی کی منازل طے کرنے لگے۔ مسلمانوں کے ذہن میں کائنات کے بارے میں قرآنی نظریہ کو راسخ کر دینے کا واضح مقصد یہ تھا کہ وہ علمی تحقیق و جستجو کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ مسلمانوں نے

---

[1] القرآن الکریم، آل عمران، ۱۰۳

سائنس کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کے نظریاتی پس منظر اور تاریخی احوال وظروف سے پتا چلتا ہے کہ وہ اُن اسباب وعوامل سے یکسر مختلف تھے جو اہل یونان و رومہ کی ترقی کا باعث بنے تھے۔ ان اسباب وعوامل کی فطری نوعیت کے اختلاف کا نتیجہ ہے کہ اہل رومہ نے علمی وثقافتی دنیا میں غلبہ حاصل کرنے کے لیے صدیاں صرف کیں لیکن مسلمانوں نے وہی کچھ بہت کم عرصہ میں حاصل کیا۔ مشہور مستشرق پروفیسر نولڈیکی (NOLDEKE) نے صحیح لکھا ہے کہ "مسلمانوں کی علمی وسائنسی ترقی کو اس لحاظ سے ایک معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے"۔ مسلمان اپنی الہامی کتاب کی رُو سے پابند تھے کہ وہ کائنات میں ایک تماشائی کا کردار ادا کرنے کی بجائے ایک محقق اور واقفِ حال کا کردار ادا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت جلد اس میدان میں ایک بلند مقام حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

اُوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ مطالعۂ کائنات کے لیے قرآن کریم نے جو منہاج پیش کیا تھا اس کا اصل الاصول وہ نظریہ تھا جو خالق کائنات نے کائنات اور اس کے اجزاء کے بارے میں بیان کیا تھا۔ ہم اس قرآنی نظریۂ کائنات کو فنی طور پر وحدتِ کائنات کا مقصدی نظریہ (OBJECTIVE CONCEPT OF UNITY OF THE UNIVERSE) کہہ سکتے ہیں۔ جن سائنسدانوں نے اپنے فکر کی بنیاد صرف اور صرف عقل انسانی کو قرار دیا ہے وہ آج تک اپنی تمام تر کوشش کے باوجود کوئی صحیح نظریۂ کائنات پیش نہیں کرسکے۔ قرآن کریم نے اپنے مخصوص نظریۂ کائنات اور مطالعۂ کائنات کے تحقیقی منہاج کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین (کائنات) کو بالحق پیدا کیا ہے، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ایک نشانی موجود ہے [1]۔

ایک دوسرے مقام پر، قرآن کریم نے تخلیقِ کائنات بالحق، کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

---

[1] القرآن الکریم، العنکبوت، ۴۴

۔ ہم نے کائنات کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے اسے بالحق پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے ۔ ؎

ہمارے مفسرین عام طور پر بالحق سے مراد یہ لیتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق بے مقصد نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ہم اس امر پر غور کریں کہ اول الذکر آیت کے لفظ 'بالحق' کے مقابلے میں موخر الذکر میں لفظ 'لعب' کو نفیاً استعمال کیا گیا ہے۔ تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ 'بالحق' کی یہ تفسیر جو صرف ایک منفی مقصدیت کا مفہوم اپنے اندر لیے ہوئے ہے، قرآن کریم کے مفہوم کو پوری طرح ادا نہیں کرتی۔ کائنات کے بارے میں قرآن پاک کا یہی وہ نظریۂ وحدت ہے جس کی رو سے قدیم و جدید سائنس دانوں کے مادہ پرستانہ نظریات اور اُن کی مادہ پرستانہ توجیہات یکسر غلط قرار پا جاتی ہیں۔ ایک عرصہ سے بے خدا سائنس نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اس نے آج کے روشن خیال سائنس دانوں کو ایک عجیب قسم کی ذہنی و فکری پیچیدگی میں مبتلا کر دیا ہے۔

قرون وسطیٰ میں مسلمانوں نے جس قدر علمی و فکری ترقی کی اس کا باعث، کائنات کے بارے میں یہی قرآنی نظریہ تھا جس نے مذہب و سائنس کی غیر معقول اور غلط تفریق کو ختم کیا۔ اس نظریہ نے مسلمانوں کو ایک پُراسرار اور نہایت پختہ وجدانی شہادت کی بنا پر اس امر کا یقین دلایا کہ کائنات ایک یکساں کل یا وحدت ہے یعنی وہ زمان و مکان دونوں کے اعتبار سے ایسے منطقوں یا حصوں میں تقسیم نہیں کی جا سکتی جن میں مختلف و متضاد قسم کے قوانین قدرت جاری ہوں۔ بلکہ یہ ایک وحدت ہے اور اس کی تخلیق و تعمیر میں ایک تخلیقی و تنظیمی نوعیت کا تسلسل موجود ہے۔ قرآن پاک نے اس تصور وحدت کائنات کو عقیدہ توحید کی خشت اولین قرار دیا۔ لہٰذا ضروری قرار پاتا ہے کہ کائنات میں وحدت ایک الہیاتی نظم کی بدولت قائم ہے اور یہ الہیاتی نظم خالقیت و ربوبیت اور کائناتی تدبیر و تنظیم کے مرکزی اصول کے سہارے موجود ہے۔ اور یہی مرکزی اصول، وجود خالق اور اس کی کلی وحدانیت کا عنوان ہے۔ اس بحث سے واضح ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآنی نظریہ کا تقاضا عقیدۂ توحید اور ایمان باللہ ہے۔ بے خدا سائنس آج تک اس حقیقت سے ابا کرتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن بالآخر اس غلط روش کو ترک کرنا ہوگا۔ نیز اس بحث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن، کائنات کے سائنسی مطالعہ کی بار بار تاکید کیوں کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

؎ القرآن الکریم، الدخان، ۳۹

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۝

یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اور رات دن کے بالترتیب آنے جانے کے نظام میں، اُن اہل بصیرت اور دانش وروں کے لیے دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ہر حالت میں یاد کرتے ہیں یعنی کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی، آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کی نماز کے لیے بیدار ہوتے تو آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے، سورہ آل عمران کی مندرجہ بالا دو آیات کی تلاوت کرتے اور فرماتے:۔

وَیْلٌ لِّمَنْ لَاکَھَا بَیْنَ لَحْیَتِہٖ وَلَمْ یَتَفَکَّرْ فِیْھَا

اس شخص کے لیے تباہی و بربادی ہے جو ان آیتوں کو پڑھتا تو ہے مگر ان میں غور و فکر نہیں کرتا۔ [2]

سورۂ رعد میں کہا گیا ہے:۔

وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْھٰرًا وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے زمین کو وسعت دی۔ اس میں پہاڑوں کے سلسلے قائم کیے اور دریا بہائے، اور ہر قسم کے پھل، ان کی دو قسمیں بنائیں (یعنی مذکر و مونث)، وہی دن کو رات میں ڈھانپ لیتا ہے۔ ان (تمام طبعی، آبی اور نباتاتی مظاہر فطرت) میں غور و فکر کی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کے لیے دلائل موجود ہیں۔ [3]

سورہ یونس میں ہے:۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝

---

[1] القرآن الکریم، آل عمران، ۱۹۰-۱۹۱ [2] صحیح بخاری، مسلم و دیگر کتب احادیث، [3] القرآن الکریم، الرعد، ۳

تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (۱) میں پیدا کیا۔ اور پھر اپنے تخت قدرت پر متمکن ہوا اور نظام کائنات کی تدبیر و تنظیم کی۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفیع نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ (ذات باری تعالیٰ) تمہارا رب ہے، اسی کی عبادت و اطاعت کرو۔ کیا تم ایسے واضح دلائل کے باوجود غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ (۲)

ایک اور مقام پر کہا گیا ہے:

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں اور اہل بصیرت کے لیے دلائل موجود ہیں۔ (۳)

سورۃ الذاریات میں ہے

وَفِی الْاَرْضِ آیَاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

یقین رکھنے والوں کے لیے زمین (اور اس کی طبعی و غیر طبعی اشکال) میں واضح نشانات و دلائل موجود ہیں اور اے لوگو، خود تمہارے اپنے نفس میں بھی ایسے ہی واضح نشانات و دلائل موجود ہیں۔ کیا تم غور و فکر نہ کرو گے؟ (۴)

سورۃ حٰم میں انفس و آفاق کے مطالعہ پر ان الفاظ میں زور دیا گیا ہے:

سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ،

عنقریب وہ وقت آئے گا جب ہم لوگوں کو اس کائنات میں اور خود اُن کے نفس میں ایسے واضح نشانات دکھائیں گے کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ حق وہی ہے جسے قرآن پیش کرتا ہے۔ (۵)

سورۃ الانعام میں نباتات پر غور کرنے کے لیے ان الفاظ میں دعوت دی گئی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

---

(۱) - چھ ایام سے مراد چھ طویل ادوار ہیں۔ یہاں یوم سے مُراد ۲۴ گھنٹے کا دن نہیں ہے بلکہ ایک طویل عرصہ مراد ہے۔ جو کم از کم ایک ہزار برس اور زیادہ سے زیادہ ۵۰ ہزار برس پر محیط ہو سکتا ہے۔ لفظ یوم کی تشریح خود قرآن کریم نے کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے سورہ سجدہ، آیت ۵ اور سورہ المعارج آیت ۴ (۲)۔ القرآن الکریم، یونس، ۳، (۳)۔ ایضاً، آل عمران، ۱۹۰ (۴)۔ ایضاً، الذاریات، ۲۱۔ (۵) ایضاً، حٰم، ۵۳۔

اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے بارش کا پانی اُتارا اور اس پانی کے ذریعے ہر طرح کی نباتات کو اُگایا، ہم پودوں کی سبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے بعض خصوصیات کے لحاظ سے ملتے جلتے ہیں اور بعض خصوصیات کے لحاظ سے مختلف ہیں، تم ان پھلوں کے پھلنے اور پکنے کے نباتاتی طریق پر غور کرو، ان میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ ۱ے

غرضیکہ قرآن کریم نے کائنات کے ہر ایک شعبہ کی طرف انسان کو توجہ دلائی اور اُسے یہ درس دیا کہ تم اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان میں غور و فکر کرو اور کائناتی اسرار پر سے پردہ اُٹھا کر کائناتی حقائق کی ایک نئی دنیا آباد کرو۔ ان آیات کی روشنی میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا تعلق فقط اخلاقی زندگی کے ایک منسوط اور پائیدار نظریہ سے ہے یا عبادات جسمانی کے ایک نظام سے ہے؟ قرآن نے انسان کا مقام خود متعین کیا ہے اور اس کے کائناتی کردار کی وضاحت کی ہے۔ مطالعہ کائنات کے اس قرآنی منہاج کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لیے متعدد آیات کو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اختصار کے مدنظر درج بالا آیات پر اکتفا کیا گیا ہے قرآن کریم نے اس علمی و تحقیقی منہاج کے تاریخی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے:۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۔

اے رسولؐ! انہیں ماضی کے احوال سے مطلع کیجئے تاکہ یہ لوگ ان میں غور و فکر کریں۔ ۲ے

قرآن کریم نے اس علمی و تحقیقی منہاج کو انسانوں کے مابین ایک خطِ فاصل کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔

سورہ الانفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جانوروں سے بدتر وہ گونگے اور بہرے لوگ ہیں جو عقل استعمال نہیں کرتے۔ ۳ے

قرآن پاک کی یہی وہ انقلابی اور موثر تعلیمات ہیں جنہیں قرونِ وسطیٰ کی علمی، تہذیبی اور ثقافتی ترقی کے محرکات قرار دیا جا سکتا ہے جو لوگ صرف اور صرف یونانی اثر کو فیصلہ کن محرک قرار دیتے ہیں یا اہلِ مغرب کی صلاحیتوں کے ذریعے احیائے علوم کی توجیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ انتقالِ علوم کے فطری اصولوں کو سمجھنے سے عاری ہیں اور تاریخ انسانی کے فطری تسلسل کے ضوابط کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔

****

۱ے ایضاً، الانعام، ۱۰۰ ۔ ۲ے ایضاً، الاعراف، ۱۷۶ ۔ ۳ے ایضاً، الانفال، ۲۲